میں ملوث ہیں۔ اس واقعہ کی اصلیت جاننے کے لیے گاندھی جی نے مولانا حفظ الرحمٰن مرحوم، برش بھان جی، شری جے نرائن ویاس لیڈران پر مشتمل ایک وفد میوات بھیجا تاکہ وہ صورت حال کا جائزہ لے کر مہاتما جی کو واقف کرا سکے۔ یہ شکایت جب صحیح نکلی، تب مہاتما جی نے مسلم لیڈران کو متوجہ کیا کہ وہ میو عوام کو حوصلہ دلائیں۔ اسی پس منظر میں یہ اعلامیہ نکلا تھا جو بڑے ہی اندوہناک حالات میں مجھ کم سن اور کم شعور کو نقل کرنے کے لیے والد صاحب نے دیا تھا۔ یہی اعلامیہ حضرت مفتی صاحب سے غائبانہ تعارف کا باعث بنا، جب ذرا حالات نارمل ہوئے، تو میوات میں بھی کچھ چہل پہل شروع ہوئی۔ چودھری محمد یٰسین خاں مرحوم اور مولانا محمد ابراہیم صاحب سیاما اور ان کے معاونین میوؤں کی قیادت کر رہے تھے، میوات میں امن کی بحالی اور اُجڑے ہوئے لوگوں کی دوبارہ آبادی کا مسئلہ سر پر تھا، الور و بھرت پور کے میو لُٹ کھس کر پنجاب حتیٰ کہ دہلی کے پرانے قلعہ کیمپ میں بھی آ پناہ گزین ہوئے تھے۔ میو لیڈران کو جب بھی کوئی پریشانی ہوتی، یا انھیں کوئی مفید مشورہ لینا ہوتا تو وہ بالعموم مولانا آزاد مرحوم، مولانا حفظ الرحمٰن مرحوم، حضرت مفتی عتیق الرحمٰن مرحوم، جنرل شاہ نواز خاں، مولانا عبدالغنی ڈار، پنڈت سندر لال جی، لالہ کیدار ناتھ سہگل، سردار بچن سنگھ، چودھری شیر جنگ ستیم بھائی، مسز سبھدرا جوشی، مردولا بہن وغیرہ لیڈران سے رجوع کرتے، اور اپنی باتیں سرکار تک پہنچانے کے لیے جمعیت علمائے ہند کے سالانہ جلسوں کے علاوہ دوسری کانفرنسیں اور جلسے بھی کرتے، جو اہم شخصیتیں ان پروگراموں اور جلسوں میں شرکت کرتی تھیں، ان میں مفتی صاحب مرحوم خاص طور پر قابل ذکر ہیں، وہ اہلِ میوات کی ہمیشہ ڈھارس بندھاتے انھیں مفید مشورے دیتے۔ میوات کے جلسوں ہی میں حضرت مفتی صاحب کی ہم نے پہلے پہل

زیارت کی۔ وہ بہت ہی پرکشش اور ہر دل عزیز شخصیت کے مالک تھے، تمام پروگراموں کی جان ہوتے تھے۔ مولانا حفظ الرحمٰن مرحوم اگرچہ بہت جری اور دلیر انسان تھے، مگر اصابت رائے، فیصلہ، فکر و دانش اور اونچ نیچ کو سمجھنے سمجھانے میں مفتی صاحب کا پلّہ بھاری تھا۔ مولانا حفظ الرحمٰن مرحوم ہمیشہ ہی تمام معاملات و مسائل میں ان سے مشورہ کرتے۔ چودھری محمد یٰسین خاں مرحوم اور مولانا ابراہیم صاحب الوری مرحوم جب بھی میوات کے معاملات لے کر دہلی آتے، تو حضرت مفتی صاحب سے ضرور ملتے۔ اسی طرح میوات کے مشہور کمیونسٹ لیڈر چودھری عبدالحیٔ کی تو رہائش ہی مفتی صاحب کے مکان کے بالکل قریب ہے۔ وہ بھی میوات کے معاملات میں برابر مفتی صاحب سے ربط رکھتے۔

۱۹۵۲ء میں جب راقم الحروف کی سوشل سرگرمیوں کا آغاز ہوا، تب مفتی صاحب سے میوات کے مسائل پر براہ راست گفتگو کرنے کا موقعہ ملنے لگا، وہ بہت خوش ہوتے اور بڑے تپاک سے ملتے، آبادکاری کے کام کی رفتار کو خاص طور پر پوچھتے، مغربی پنجاب سے آئے ہوئے رفیوجی ملازمان و حکام انتقام پسندی تعصب کے عفریت کا شکار تھے، اس لیے وہ اہل میوات کو رشوت، عصبیت، مقدمہ بازی اور دوسرے مظالم کا نشانہ بناتے رہتے تھے، ان مظالم اور ناانصافیوں کی شکایت حضرت مفتی صاحب سے جاکر کی جاتی وہ یہ شکایتیں مولانا ابوالکلام آزاد کے ہاں پہونچاتے، اور کبھی قدوائی مرحوم اور جنرل شاہ نواز صاحب کے ہاں، خود جاتے اور فون بھی کرتے، پنجاب و راجستھان کے چیف منسٹروں کو تار، ٹیلیفون اور خطوط کے ذریعہ متوجہ کرتے، اس میں اگرچہ بہت سا وقت برباد ہو جاتا تھا، مگر اس وقت قانون و انصاف حاصل کرنے کا کوئی دوسرا راستہ ہی نہ تھا۔ پنجاب و راجستھان سرکاروں تک میوؤں کی رسائی بہت مشکل تھی۔

فرقہ پرست بار بار میوؤں کی حب الوطنی پر شبہ کا اظہار کرتے، ایک بار گورنر پنجاب چند دلال ترویدی نے برملا نوح کی ایک میٹنگ میں کہا کہ وہ میوؤں کی وفاداری کو مشکوک سمجھتے ہیں، یہ تمام باتیں بہت ہی جان لیوا اور پریشان کن تھیں، سابق ریاست الور میں بہت سے میوؤں کو شدھی (مرتد) کرلیا گیا تھا۔ ان کا معاملہ بہت سنگین تھا۔ جمعیت علمائے ہند، اور میو لیڈران نے جب ان کی اصلاح کی کوشش کی۔ تب فرقہ پرستی آڑے آنے لگی۔ مگر اس مرتبہ مفتی صاحب جیسے قائدین ملت کے مفید مشوروں اور ڈھارس سے یہ کام بھی پورا ہوا۔ جگہ جگہ دینی مدارس و مکاتب قائم کر دیے گئے، مساجد آباد کر دی گئیں، پھر تبلیغی سرگرمیاں بھی شروع ہوئیں۔

لوگوں میں سیاسی بیداری پیدا کرنے اور اعتماد بحال کرنے کے لیے جلسے منعقد ہوئے، پہلے پہل شکراوہ میں کانفرنس ہوئی، جس کا سلسلہ تین چار سال جاری رہا۔ اسی طرح جمعیت علمائے کے جلسے نوح، اٹاوڑ، مالب، بھادس، فیروز پور جھرکا وغیرہ مقامات پر منعقد ہوئے، جن میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حفظ الرحمان مرحوم کے علاوہ حضرت مفتی صاحب مرحوم بھی تشریف لے جاتے۔

جلسوں کی کارروائی مفتی صاحب کے مشوروں سے چلتی، وہی ریزولیشن تیار کراتے، پھر انھیں ضروری کارروائی کے لیے اوپر بھجواتے۔

۱۹۵۷ء کے انتخابات میں حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم گوڑگانوہ کی پارلیمنٹری سیٹ سے کانگریس کے امیدوار بنائے گئے تھے، مولانا مرحوم کے پاس تو وقت کبھی نہ تھا اور نا ہی وہ انتخابی جلسوں میں جانے کے عادی تھے، بس امیدوار تھے، حضرت مفتی صاحب کو چونکہ ان سے بہت لگاؤ تھا، اس لیے اپنے کارکنان کو کام کرنے کے لیے میوات بھیجا، اس انتخاب میں مولانا مرحوم بڑی اکثریت

سے جیت کر آئے۔

۱۹۵۷ء میں جب پہلی اُردو کانفرنس، جامع مسجد کے سامنے پارک میں منعقد ہوئی، جسے پنڈت جواہر لال نہرو، اور مولانا ابو الکلام آزاد نے ایڈریس کیا تھا، حضرت مفتی صاحب اس کانفرنس کے انتظام و انصرام میں پیش پیش تھے اس کے بعد ہی حضرت مفتی صاحب کے مشورے سے راقم الحروف نے اپریل ۱۹۵۸ء میں ایک اردو کانفرنس شکراوہ میوات میں منعقد کی، جس پر مفتی صاحب نے دلی مسرت کا اظہار فرمایا۔

۱۹۶۲ء کے الیکشن میں جب چودھری طیب حسین کو کانگریس کا امیدوار بنایا گیا، پنڈت جواہر لال جی حلقے میں تشریف لے گئے، اس وقت مفتی صاحب کو توجہ دلائی گئی تو مفتی صاحب نے مفتی ضیاء الحق صاحب کو بھیجا۔ کہ وہ میٹنگ کو جاکر ایڈریس کریں۔ اسی میٹنگ کے دوران یہ اندوہناک خبر بھادس میں ملی تھی کہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی رحلت ہوگئی ہے، اِنّا للہ!

۱۹۶۴ء میں ہمارے علاقہ میں ایک تنازعہ کھڑا ہوگیا تھا۔ ایک گروہ شادی اور نکاحوں کے سلسلے میں پرانی روایت کو قائم رکھنے پر مصر تھا، تو دوسرا شرعی طریقے پر چاہتا تھا، آپس میں تناؤ بہت بڑھ گیا۔ اس تنازعے کی اطلاع جب حضرت مفتی صاحب کو ملی، تو وہ عوام کی افہام و تفہیم کے لیے ایک وفد جس میں ان کے علاوہ حافظ محمد ابراہیم صاحب سابق وزیر حکومت ہند، مولانا قاضی سجاد حسین صاحب، مولوی سمیع اللہ صاحب شریک تھے، میوات لے کر گئے اور میو ہائی اسکول نوح میں جاکر فریقین کو سمجھانے کی کوشش کی، مگر کھچاؤ بہت تھا اور لوگ جہالت پر اترے ہوئے تھے، اس لیے وفد کو پھر کسی موقعہ پر دورہ کرنے کے لیے واپس لے آئے۔ ۱۹۶۵ء میں ہند و پاک جنگ ہوئی، تب

بعض شرارت پسندوں نے محب الوطن میواتیوں کے خلاف افواہ بازی کی، اور بعض کو جیل میں ڈلوادیا، تب راقم الحروف اور چودھری طیب حسین ایم ایل اے پنجاب حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو سارا ماجرا سنایا مفتی صاحب نے کئی بڑے بڑے لیڈران اور وزیروں سے رابطہ قائم کیا اور ہمیں ان کے پاس بھیجا مفتی صاحب نے کہا کہ میوات میں غیر ضروری طور پر بے اطمینانی اور بے اعتمادی کی فضا قائم کرنا انتہائی نامناسب بات ہے، اس کے بعد ہم لوگ پروفیسر ہمایوں کبیر وزیر حکومت ہند سے ملے، اور انھیں میوات لے جاکر شاہ چوکھا میں زبردست ریلی کی۔!

۱۹۷۰ء میں پنجاب وقف بورڈ کی تقسیم کا معاملہ مسلمانان پنجاب ہریانہ، ہماچل کے سامنے درپیش تھا، عالی جناب فخرالدین علی احمد مرحوم اس وقت وزیر اوقاف تھے آپ نے اس مسئلے پر رائے حاصل کرنے کے لیے مسلمانان پنجاب، ہریانہ، ہماچل، کی سربرآوردہ شخصیتوں کی ایک میٹنگ طلب کی، حضرت مفتی صاحب چونکہ سنٹرل وقف کونسل، سنٹرل حج کمیٹی کے رکن تھے، اور مسلم معاملات پر وقیع رائے رکھتے تھے، اس لیے میٹنگ میں انھیں بھی مدعو کیا گیا۔ پیش آمدہ مسئلے کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد مفتی صاحب نے بھی بورڈ کو یکجا رکھنے کی تائید فرمائی۔ جس سے ہمیں بہت تقویت ملی، اور بورڈ بعض سیاست پسندوں کی سازش کے نتیجے میں تقسیم ہونے سے بچ گیا۔

اوقاف اور مساجد کے انخلاء کے بارے میں بھی حضرت مفتی صاحب سے برابر رائے مشورے ہوتے، تو اس میں بھی وہ ہماری رہنمائی فرماتے، اور کانگریسی لیڈران و وزراء کو توجہ دلاتے۔

۱۹۷۶ء کی ایمرجنسی کے زمانے میں میوات پر نس بندی کا زبردست وبال

آیا تھا، اور اہل میوات شرارت پسند اور ظالم افسران کے مظالم کا بری طرح شکار ہوئے، اس وقت راقم الحروف اور چودھری طیب حسین ان کی خدمت میں پھر حاضر ہوئے، اور انھیں نس بندی کے مظالم کی داستان سنائی، حضرت مفتی صاحب کو ان واقعات سے بہت اذیت پہونچی، انھوں نے کئی لیڈروں، اور وزیروں کو ان واقعات کی تفصیل بتائی۔

یوں تو راقم الحروف جب بھی جامع مسجد پر آتا مفتی صاحب کے دفتر میں ضرور حاضری دیتا، مفتی صاحب ہمیشہ ہی برآمدے میں بیٹھے ملتے۔ شاید ہی کبھی ایسا اتفاق ہوا ہو، کہ دو چار اہم آدمی اُن کے ہاں بیٹھے نہ ملے ہوں، ہندوستان بھر سے لوگ انھیں ملنے آتے، وہ سب کے مسائل سنتے اور سب کو اپنی رائے و مشورے سے آگاہ کرتے، ڈھیروں ڈاک ان کے سامنے پڑی رہتی، اسے بھی دیکھتے، دنیا بھر سے تازہ بتازہ اخبارات رسائل اور کتابیں ان کے ہاں آتی تھیں، وہ معلومات کا زبردست بھنڈار تھے، ملی مسائل پر ہمیشہ ہی ان کے ہاں بحثیں جاری رہتیں، پھر الیکشن کے لیے منصوبے بنتے، مشاورت کا پلیٹ فارم آپ نے ملت کو دیا، مسلم پرسنل لاء بورڈ میں جان ڈالی، دارالعلوم دیوبند کے مناقشات کا ان کی طبیعت پر زبردست بوجھ تھا، جس کا تذکرہ اٹھتے بیٹھتے برابر کرتے رہتے تھے۔

غرضیکہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نہایت دردمند، اچھے دانشور، مخلص صلاح کار، اور گہری سوجھ بوجھ کے انسان تھے، جتنا انھیں قریب سے دیکھا، خوبیاں ہی خوبیاں ملیں، وہ بلاشبہ محسنِ میوات تھے۔